بجناب اختر راہی ایم۔ اے

نقد و نظر کے تقاضے!

نقد و نظر علمی دنیا کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس سے سوچ کے نئے دریچے وا ہوتے ہیں تحقیق و تخلیق کا معیار بلند ہوتا ہے اور قارئینِ علم و ادب کو اچھی کتابوں کے انتخاب میں مدد ملتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر کوئی اچھا رسالہ "نقد و نظر" کے اہم عنوان سے خالی نہیں ملتا۔ ترقی یافتہ زبانوں میں تو ایسے جرائد بھی شائع ہوتے ہیں جو نئی مطبوعات پر صرف تبصرے ہی شائع کرتے ہیں۔

نقد و نظر کا معیار کیا ہونا چاہیئے، اس کا انحصار ناقد کے علم و فہم پر ہے۔ تاہم ایک اچھا ناقد مندرجہ ذیل اصولوں کو پیشِ نظر رکھتا ہے:

۱۔ تبصرہ لکھتے ہوئے کامل غیر جانبداری برتی جائے، دوستی کی بنیاد پر بلا ضرورت تعریف نہ ہو اور ذاتی رنجشوں کی بنیاد پر لایعنی اعتراضات وارد نہ کئے جائیں۔

۲۔ زیرِ تبصرہ کتاب کی حدود (T S ، M ، L) نظر انداز نہ کی جائیں "حیات النبی" (ترجمہ بدار الاسلام از شبلی نعمانی) کو "سیرت النبیؐ" کے معیار پر اور "خیر البشر" کو "رحمۃ للعالمین" کے معیار پر نہ جانچا جائے۔[1]

۳۔ زیرِ تبصرہ کتاب کے تسامحات پر گرفت کرتے ہوئے متعلقہ اقتباسات پیش کر دیئے جائیں۔ تاکہ قاری (جس کے سامنے اصل کتاب نہیں ہوتی) نقد و نظر کے بارے میں صحیح رائے قائم کر سکے۔

"ترجمان الحدیث" کے شمارہ بابت جولائی ۱۹۷۸ء، رجب ۱۳۹۸ھ میں جناب احمد خان صاحب نے ایک مضمون "مسعود عالم ندوی (سوانح و مکتوبات) پر ایک ناقدانہ نظر" کے عنوان سے لکھا ہے۔ موصوف نے کتاب

---

[1] اول الذکر دونوں کتابیں علامہ شبلی کی تالیفات میں سے ہیں۔ اور آخر الذکر دونوں مولانا محمد سلیمان منصور پوریؒ کے رشحاتِ قلم میں سے ہیں۔

توجہ سے پڑھی ہے مگر انہوں نے متذکرۃ الصدر اصولوں کو جس بے دردی سے پامال کیا ہے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل گلہ ارشادات کے مطالعہ سے ہو گا:

خاں صاحب نے آغاز ہی میں لکھا ہے "مسعود عالم کی سوانح پر ہر کسی نے قلم اٹھایا ہے" (ترجمان الحدیث ص ۳۸) انہوں نے یہ جملہ لکھ کر ایسا تاثر دیا ہے کہ مولانا مسعود عالم پر درجنوں کتابیں لکھی گئیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ جناب ناقد ان سوانح نگاروں میں سے چند ایک کے نام لکھ دیتے۔ ممکن ہے یہ جملہ انہوں نے بے خیالی میں محض اس لئے لکھ دیا کہ ایسی بلند پایہ شخصیت پر اہل قلم نے ضرور لکھا ہو گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا مرحوم اگر کسی دوسری قوم میں پیدا ہوتے تو ان کے نام پر علمی ادارے قائم ہوتے، ان کی تصنیفات کے تراجم شائع ہوتے اور ان کی حیات و افکار پر کئی کتابیں لکھی جاتیں۔ مگر ہمارے ہاں ان کی سوانح و خدمات پر چند مضامین اور ماہنامہ "چراغ راہ" (کراچی) کی ایک خصوصی اشاعت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

- مکاتیب پر حاشیہ نگاری کے سلسلے میں خاں صاحب لکھتے ہیں:

"کم از کم ہماری (اپنی) معلومات تک ہم نے دیکھا ہے کہ خطوط جمع کرنے والے مکتوب نگار کا زمان و مکان تو خطوط (حواشی) میں درج کر دیتے ہیں مگر مکتوب الیہ کے زمان و مکان سے قاری کو بے بہرہ رکھا جاتا ہے۔" (ترجمان الحدیث ص ۳۹)

خاں صاحب نے بہت عمدہ بات لکھی ہے۔ کتاب میں مکتوب الیہم کے زمان و مکان سے باخبر رکھنے کیلئے الگ باب قائم کیا گیا ہے۔ مگر یہ کام خاں صاحب کو اس لئے پسند نہیں کہ مکتوب الیہ کے زمان و مکان کا اندراج حاشیہ میں نہیں کیا گیا۔

- مؤلف نے مکاتیب پر عموماً مختصر حواشی لکھے ہیں۔ البتہ کتاب الرحلہ" (منسوب بہ امام شافعیؒ) پر ایک طویل حاشیہ قلمبند کیا ہے۔ مولانا مسعود عالمؒ نے ایک مکتوب میں لکھا ہے: "کیا یہ کتاب الرحلہ یا رحلۃ الامام الشافعی الی المدینۃ المنورہ واقعی انہی کی املا کرائی ہوئی ہے" (متن کتاب ص ۵۴-۵۵)

مؤلف کیلئے یہ مستحسن نہ تھا کہ اس مقام پر حاشیہ لکھے بغیر گزر جاتا اور محض یہ لکھ دینے سے بھی قاری مطمئن نہ ہوتا کہ اس کتاب کی نسبت امام شافعی کی جانب درست نہیں۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی جیسے عالم و فاضل شخص اسے امام شافعی کی تالیف قرار دیتے ہیں اور "سفرنامہ امام شافعی" کے نام سے اس کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس غلط فہمی کے پیش نظر یہ ضروری تھا کہ دلائل و شواہد سے کوئی نتیجہ نکالا جاتا۔ لیکن اس حاشیہ کو خاں صاحب کے "حسن نظر" نے بلا ضرورت اور خواہ مخواہ زورِ قلم دکھانے پر محمول کیا ہے۔

جبکہ بعض دوسرے تبصرہ نگاروں نے اس حاشیہ کی بطورِ خاص تعریف کی ہے۔

● مکاتیب نقل کرنے میں اغلاط:

کتاب میں مولانا مسعود عالم ندوی کے دو خطوں کا عکس بھی دیا گیا ہے۔ جنابِ ناقد کے بقول "مولانا مرحوم کیا کسی کے مخطوطے یا خطوط کو پڑھنا اور انہیں ایڈٹ کرنا آسان نہیں ہے۔" (ترجمان ص ۳۴۴) خط نمبر ۱۵ میں مولانا نے بعض الفاظ کاٹ دیئے ہیں۔ نفسِ مضمون کی چھٹی سطر میں "کے نام" کے بعد ایک لفظ کٹا ہوا ہے۔ جنابِ ناقد بضد ہیں کہ اس کٹے ہوئے لفظ "بھی" کو متنِ مکتوب میں شامل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ "اس کی موجودگی سے ہی صحیح مفہوم ادا ہوتا ہے۔"

مولانا مسعود عالم نے سید عبدالحمید الخطیب سے عبداللہ الخیال کے نام ایک خط منگوایا تھا۔ دوبارہ ان کے کسی اور دوست یا خود ولی عہد سعودی حکومت کے نام خط چاہتے ہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے:

"استاد محترم ہلالی صاحب کی رائے میں اگر عبدالحمید خطیب (وزیر مفوض سعودی) اپنے کسی دوست یا خود سعودی ولی عہد کے نام تعارف کا خط دے دیں تو بڑی آسانی ہوگی۔ یہ بھی عرض کردوں کہ اسی غرض سے اور ہلالی صاحب ہی کے اصرار پر عبداللہ الخیال (قنصل سعودی مقیم بغداد) کے نام بھی سید عبدالحمید الخطیب کا خط منگوایا تھا" (متن کتاب، ص ۶۲)

متذکرۃ الصدر اقتباس میں "کے نام" کے بعد "بھی" کے بغیر مفہوم واضح ہے۔ اسی لئے مولانا نے "بھی" کاٹ دیا ہے۔

اسی خط کی آٹھویں سطر میں "میری رائے میں آپ" کو جنابِ ناقد "میری رائے کہ آپ" پڑھتے ہیں۔ جن حضرات کے پاس کتاب موجود ہے وہ ایک بار خود دیکھیں۔ خان صاحب کا مجوزہ جملہ پڑھنے سے "کہ" سے پہلے ایک لفظ رہ جاتا ہے۔

جنابِ ناقد نے دونوں مقامات پہ افسوسناک غلطی کی ہے اور اس پر زعمِ بصیرت ہے۔ تیسری غلطی انہوں نے بجا طور پہ درست کی ہے۔

● یہ خط مولانا مسعود عالم کے قلم سے ہے۔

خان صاحب نے ۱۹ سطریں یہ ثابت کرنے میں گھسیٹ دی ہیں کہ صفحہ ۶۵ پر جس خط کا عکس دیا گیا ہے وہ مولانا مسعود عالم کے قلم سے نہیں ہے۔ انہوں نے صفحہ ۶۵ اور صفحہ ۷۲ کے عکسوں کا تقابل کیا ہے مگر انہوں نے مندرجہ ذیل پہلوؤں پر توجہ نہیں دی:

۱۔ دونوں خطوط کی تحریر میں چار سال کا فصل ہے۔

۲۔ ایک خط بہت عجلت میں لکھا گیا ہے (جیسے کہ خط میں ذکر موجود ہے) اور دوسرا انتہائی اطمینان اور سکون کے عالم میں تحریر ہوا ہے۔ جیل سے لکھے ہوئے خط میں یہ احساس بھی کارفرما ہوگا کہ اسے سنسرنگ آفیسر نے پڑھنا ہے۔

۳۔ ایک خط لکیر دار کاغذ پر لکھا گیا ہے اور دوسرا سادہ کاغذ پر۔ اس لئے سادہ کاغذ پر سطریں غیر متوازن ہیں اس اختلافِ زمان و مکان کی وجہ سے تحریر میں واضح فرق ہونا چاہیئے اور بادی النظر میں فرق موجود ہے مگر دونوں خطوں کے مشترک الفاظ اور حروف مثلاً "ہیں، صاحب، سلام اور میم" وغیرہ میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

لاطائل اور قیاسات پر مبنی گفتگو کے بعد خان صاحب نے اس خط کو مولانا مرحوم کے شاگردِ رشید محمد عاصم الحداد کی تحریر قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ مولانا مرحوم کے جو مکاتیب ان کے شاگردوں کے قلم سے ملتے ہیں، ان کے آخر میں کاتب کا نام "بقلم فلاں" کے الفاظ میں لکھ دیا گیا ہے جیسا کہ کتاب میں شامل بعض خطوط کے آخر میں "بقلم محمد عاصم وغیرہ" کے الفاظ موجود ہیں۔

خان صاحب نے اس خط کو محمد عاصم الحداد صاحب کی تحریر کن شواہد کی بنیاد پر قرار دیا؟ محض اس لئے کہ محمد عاصم الحداد صاحب مولانا مرحوم کے رفیقِ سفر تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خان صاحب نے محمد عاصم الحداد صاحب کی تحریر نہیں دیکھی، انہوں نے قیاس پر مبنی ہوائی قلعے تعمیر کئے ہیں۔ مولانا مسعود عالم اور محمد عاصم الحداد صاحب کی تحریر میں واضح فرق موجود ہے۔ اسی خط کے آخر میں "محمد عاصم سلام عرض کرتا ہے" کے الفاظ محمد عاصم الحداد صاحب کے مرقومہ ہیں۔ "عاصم" اور "سلام" کے "میم" مولانا ندوی کے قلم سے نکلے ہوئے "میم" سے واضح طور پر مختلف ہیں۔

اگر خان صاحب کو اپنے قیاسی نتیجے پر اصرار ہے تو محمد عاصم الحداد صاحب سے رابطہ قائم فرما کر حقیقتِ حال معلوم کرلیں۔

● جناب خان صاحب نے جو اغلاط گنائی ہیں، ایک نظر ان پر ڈالنا دلچسپی سے خالی نہیں۔

۱۔ مؤلف نے تحریکِ مجاہدین کا ذکر "ہندوپاکستان کی پہلی اسلامی تحریک" کے الفاظ سے کیا ہے۔ جنابِ ناقد اس پر گرفت کرتے ہیں:

"ہندوپاکستان کی اصطلاح یہاں درست نہیں ہے۔ ایسے واقعات جن کا سراسر تعلق تقسیم ہند سے قبل ہے، ان کو ہندوپاکستان کی طرف منسوب کرنے میں ہمیں کافی سوچ بچار سے کام لینا چاہیئے۔" (ترجمان الحدیث صد ۱۲)

"ہندو پاکستان" کی ترکیب اس جغرافیائی خطے کیلئے مستعمل ہے جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے . . .
. . . پہلے "ہندوستان" تھا - غالباً خان صاحب کے خیال میں پاکستان کی تاریخ صرف اکتیس سال . .
. . . پر محیط ہے - اس لئے وہ ان واقعات کو پاکستان کی تاریخ میں شامل کرنے میں مذبذب ہیں جو . .
. . . ۱۹۴۷ء سے پہلے پیش آئے -

پاکستان کے اکثر مؤرخین نے برصغیر کیلئے "ہندو پاکستان" یا "پاک و ہند" کی ترکیب استعمال کی ہے - مشہور مصنف سر مورٹیمر وہیلر نے تو "FIVE THOUSAND YEARS OF PAKISTAN" کے نام سے کتاب لکھی ہے -

● مولانا مسعود عالم کی وفات پر اہلِ علم و فضل نے ماتم کیا - مؤلف نے چند اہم شخصیات کے کلمات یکجا کئے ہیں - خان صاحب نے تبصرہ کیا ہے :

"مرحوم مسعود عالم ندوی کے بارے میں کئی رسائل و اخبارات نے خراج عقیدت پیش کیا ہوگا مگر راہی صاحب نے اس کتاب میں بہت کم دیا ہے - حیرت تو یہ ہے کہ معارف کے کلمات کا ذکر تک نہیں کیا گیا جس سے مولانا کا مدتوں تعلق رہا" (ترجمان الحدیث ص ۴۱ - ۴۲)

خان صاحب کتاب کی حدود کو نظر انداز کر بیٹھے ہیں - انہوں نے "معارف" کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے - "یادِ رفتگاں" "معارف" کا ایک اہم عنوان ہے - مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ "مدتوں کے تعلق کے باوجود مولانا مسعود عالم ندوی کی یاد اس عنوان کے تحت تازہ نہ کی جا سکی - شذرات بھی خاموش ہیں - البتہ "معارف" (سلیمان نمبر) میں مرحوم کے مضمون سے پہلے چند سطریں درج کی گئی ہیں جو محض رسم پوری کرنے کو لکھی گئی ہیں -

● مولانا مسعود عالم کی تالیف "حاضر مسلمی الہند و غابرہم" کا ذکر دو جگہ آیا ہے - صفحہ ۲۱ ، ۲۲ میں مؤلف نے لکھا ہے :

"الضیاء کے دورِ ادارت میں عالمِ عرب کے مشہور اصلاحی مجلہ" الفتح" کیلئے "حاضر مسلمی الہند و غابرہم" کے نام سے برصغیر میں مسلمانوں کی تاریخ عربی زبان میں لکھنا شروع کی جو الفتح میں بالاقساط شائع ہوتی رہی"

صفحہ ۴۳ پر پہلے مکتوب کے حاشیہ میں لکھا گیا ہے :

"جس (حاضر مسلمی الہند و غابرہم) کا مسودہ . . . . طباعت کی غرض سے بھیجا گیا تھا مگر وہ کتاب طبع نہ ہو سکی"

ان اقتباسات میں تضاد تلاش کیا گیا ہے اور یہ اس لئے کہ خان صاحب "الضیاء" کے زمانۂ اشاعت سے آگاہ نہیں۔ "الضیاء" محرم ۱۳۵۱ھ تا شعبان ۱۳۵۴ھ کے عرصے میں شائع ہوتا رہا اور اسی زمانے میں یہ کتاب "المفتح" میں بالاقساط چھپی تھی لیکن مکتوب ۱۳۵۷،ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس میں بصورت کتاب طبع ہونے کا ذکر ہے اور اسی سیاق و سباق میں حاشیہ لکھا گیا ہے۔

- خان صاحب نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ بانکی پور پٹنہ لائبریری میں مولانا مسعود عالم نے بطور کیلاگر چارج لیا تھا حالانکہ کتاب میں ان کے کیلاگر ہونے کا ذکر موجود ہے۔
- ایک حاشیہ میں بہار کے افسانہ نگار سہیل کا ذکر ہے (متن کتاب صفحہ ۵۹) خان صاحب نے یوں گرفت کی ہے:

"افسانہ نگار کے علاوہ سہیل مرحوم بہت بلند پایہ کے شاعر تھے اور خصوصاً نعتِ رسول میں ان کی خاصی شہرت ہے بلکہ میرے خیال میں افسانہ نگار ہونے کی حیثیت سے کبھی یاد نہیں کئے گئے۔ شاعری شہرت کا سبب تھی" (ترجمان ص ۴۶)

"افسانہ نگار اور شاعر سہیل مرحوم" خان صاحب ہی کی دریافت ہے یہیل تخلص کے کوئی بلند پایہ نعت گو بہار میں نہیں گزرے۔ "تذکرہ مسلم شعرائے بہار" (مرتبہ احمد اللہ ندوی) بھی خاموش ہے۔ خان صاحب کا ذہن "اقبال احمد خان سہیل" کی طرف منعطف ہو گیا ہے جن کی منظومات "معارف" میں شائع ہوتی تھیں مگر اقبال احمد خان سہیل کا تعلق بہار سے نہیں، اعظم گڑھ (یوپی) سے ہے۔

حاشیہ درست ہے اور سہیل بہاری افسانہ نگار ہی ہیں۔

- مکاتیب کے حواشی میں کہیں کہیں حسبِ ضرورت تکرار موجود ہے۔ خان صاحب نے نامعلوم تکرار کو اسقدر برا کیوں سمجھ لیا ہے؟ اگر تکرار قاری کیلئے مفید ہے تو محض میکانیکیت قائم رکھنے کیلئے فلاں مکتوب کا فلاں نمبر حاشیہ دیکھئے کے الفاظ لکھنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اس سے کم جگہ میں حاشیہ مکرر لکھ دیا جائے؟
- خان صاحب کے مضمون میں زبان و انشاء کی جو اغلاط پائی جاتی ہیں، ان پہ گرفت مقصود نہیں تاہم عربی زبان سے شغف و تحریرات کا کچھ حصہ اس زبان میں ہونے کی بدولت، جیسی "معیاری" زبان لکھنے والے شخص کا زبان کی اغلاط تلاش کرنا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ تاہم انھوں نے اپنی زبان دانی کے مظاہرے کئے ہیں۔ ایک خط میں "مظفر شاہ" کا ذکر ہے۔ اس پر حاشیہ کے الفاظ یہ ہیں: "مولانا مظفر حسین شاہ ندوی سابق سیکرٹری تعلیمات حکومت آزاد کشمیر۔ مولانا مرحوم کے عزیز شاگردوں میں سے ہیں" (حاشیہ ص ۶۳) ——— خان صاحب کی اصلاح یہ ہے:

"مولانا مظفر حسین شاہ ندوی سیکرٹری تعلیمات حکومت آزاد کشمیر تھے نہیں بلکہ رہے ہیں" (ترجمان ص ۴۶)

یہ کس بات کی تردید یا وضاحت ہے؟ ——— ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

● خان صاحب نے کتابت کی اغلاط گنانتے ہوئے ترجمان کا تقریباً ڈیڑھ صفحہ کالا کیا ہے۔ ہمارے ہاں پروف ریڈنگ کی اغلاط عموماً رہ جاتی ہیں اور ان اغلاط سے مؤلف کی تفضیک کا پہلو نکالنا کسی " فاضل " کو زیب نہیں دیتا۔

● اشاریہ :

کتاب میں اشاریہ کی موجودگی کو سراہتے ہوئے خان صاحب نے لکھا ہے :

" اشاریہ بناتے وقت حرف تعریف " ال " کو نظر انداز کر کے ابجدی ترتیب لگائی جاتی ہے ... اسی طرح اشاریے کی ترتیب میں ابو، اخو، ابن وغیرہ کو بھی نظر انداز کر کے ترتیب دی جاتی ہے۔ اس اصول کے پیش نظر بھی کئی اندراجات غلط حروف کے تحت اور غلط جگہوں پر مرتب ہوئے ہیں "

(ترجمان الحدیث ص ۴۷)

" ال " تعریف کی حد تک تو خان صاحب کی بات تسلیم کی جاسکتی ہے اور یورپی مؤلفین نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ مگر " ابن، ابو اور اخو " کے بارے میں ان کی رائے کوئی مسلمہ اصول نہیں۔ اشاریہ نگاری کا فن ہم نے مغربی اہل قلم سے سیکھا ہے اور مغربی علماء ابن اور ابو کو نام کا جزو سمجھ کر ان کے مطابق اشاریوں میں درج کرتے ہیں۔

" AN ORIENTLE BIOGRAPHICAL DICTIONARY " کے مرتب نے ابن اور ابو کے مطابق اندراجات کئے ہیں " A. J. ARBERRY " کی تالیف " THE LEGACY OF PERSIA " (مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۵۳ء) میرے سامنے ہے۔ اس کے اشاریے میں ابن اور ابو کو نام میں شامل کرتے ہوئے اشاریہ تیار کیا گیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نادر عربی مخطوطات کی فہرستِ مفصل کے اشاریے میں بھی یہی اصول برتا گیا ہے۔

آخر میں راقم الحروف یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ " نقد و نظر " بہت بڑی ذمہ داری ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کیلئے " دیدہ ریزی " کی ضرورت ہے۔ ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے وابستہ " فاضل " سے اس سہل انگاری کی توقع نہیں تھی۔ تاہم خان صاحب نے کتابت کی جو اغلاط گنائی ہیں اور بعض تسامحات کی طرف توجہ دلائی ہے اس کام کیلئے میں ان کا ممنون ہوں۔